علوم القرآن کی روشنی میں رسم القرآن کا علمی و تحقیقی جائزہ

A Scholarly and Analytical Study of Rasm al-Quran in the Light of Uloom al-Quran

Aainy Syed
MPhil Scholar, Institute of Islamic Studies and Sharia,
Muslim Youth University, Islamabad
Email: aainysyed9020@gmail.com
Mahboob Ur Rahman
Lecturer ،Institute of Islamic Studies & Sharia,
Muslim Youth University, Islamabad
Email: mahboob.rahman@myu.edu.pk

Abstract

Allah Almighty has granted numerous blessings to humanity, but the Quran is the greatest of them all. The Quran is the fountainhead of guidance, which not only explains the stages of human creation but also clarifies the purpose of life, the means to attain the necessary abilities for fulfilling that purpose and provides a practical plan for striving along this path. Scholars of Islam have deeply reflected on the Quran and derived religious principles and guidelines from this book of guidance, presenting them in an accessible manner to the public. This has made it easier for the Muslim Ummah to seek Allah's knowledge and strive for His pleasure. Scholars have extracted over 80 disciplines from the Quran.

'Uloom al-Quran' refers to all the sciences and fields of knowledge that assist in understanding the Quran and make its comprehension easier. The foundation of these sciences was laid during the Prophet's era, but they were systematically compiled later. Shah Waliullah Muhaddith Dehlavi divided these Quranic sciences into five branches. Among them, detailed discussion is being presented on one branch, "Rasm al-Quran" (Orthography of the Quran).

From the study of 'Uloom al-Quran', one gains insight into the interpretation of the Quran, the wisdom behind its commands, their necessity, and significance. It helps understand the context and reasons for the revelation of specific commandments and how they can be implemented in the contemporary era. It also clarifies which rulings are Nasikh (abrogating) and which are Mansukh (abrogated), along with the reasons for abrogation. Considering the importance of understanding Islamic Shariah, learning the sciences of the Quran is essential in today's Islamic society, which is affected by discord and strife. This is crucial to defend Islam against those who distort Quranic rulings with the intent of spreading mischief in the religion.

Keywords: Quran as Guidance, Purpose of Life, Islamic Scholars' Contribution, Rasm al-Quran, Sciences of the Quran, Wisdom Behind Commands, Nasikh and Mansukh, Contemporary Application of Quranic Teachings, Defending Islamic Teachings, Islamic Society and Quranic Knowledge

موضوع کا تعارف

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو جتنی نعمتیں عطا کی ہیں، قرآن ان میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ قرآن ہدایت کا سر چشمہ ہے جو انسان کو اسکی تخلیق کے مراحل بتانے کے ساتھ ساتھ اسکا مقصد زندگی اور اس مقصد کے لیے درکار صلاحیتوں کے حصول کا طریق کار اور اس راہ میں کوشش کرنے کا لائحہ عمل سیکھاتی ہے۔ علماء دین نے قرآن پر غور و فکر کر کے اس کتاب ہدایت سے دینی اصول اور طریق کار نکال کر عام آدمی کے سامنے رکھ دیے تاکہ امت مسلمہ کو معرفت الہی کے ساتھ ساتھ خوشنودی الہی کے حصول کے لیے کوشش کرنا آسان ہو جائے۔ علماء کرام نے قرآن پاک سے ۸۰ سے زائد علوم اخذ کیے ہیں۔[1] علوم القرآن سے مراد وہ تمام علوم وفنون ہیں جو قرآن فہمی میں مدد دیتے ہیں اور قرآن کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ علوم القرآن کی ابتداء نبی کے دور ہی سے ہو چکی تھی لیکن یہ علوم بعد میں مدون ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قرآنی علوم کو ان پانچ شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔[2] یہاں ان میں سے ایک نوع "رسم القرآن" پر مفصل بحث شامل کی جارہی ہے۔

کلیدی کلمات: علوم القران، رسم الخط، سبعہ احرف، رسم عثمانی، مستشرقین

ضرورت و اہمیت

علوم القرآن سے قرآن کی تفسیر سمجھنے اور احکامات کی حکمت، ضرورت، اور اہمیت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ جاننے کو ملتا ہے کہ کوکوئی حکم کن حالات اور وجوہات کی بناء پر نازل ہوا تھا اور عصر حاضر میں اس پر عمل کی کیا صورت ہو گی۔ پھر یہ کہ کونسا حکم ناسخ ہے اور کونسا منسوخ، منسوخ ہونے کی وجہ کیا تھی؟۔ اسلامی شریعت کو سمجھنے کی افادیت کے پیش نظر آج فتنہ وفساد سے متاثرہ اسلامی معاشرہ میں علوم القرآن کا جاننا بے حد ضروری ہے، تاکہ جو لوگ دین میں فساد پھیلانے کی غرض سے قرآنی احکام کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں ان کے ناپاک عزائم کے خلاف دینِ اسلام کا دفاع کیا جاسکے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

" اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّ یَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ "[3]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے قوموں کو بلند فرماتا ہے اور اسی کے سبب لوگوں کو ذلیل کرتا ہے۔“

موضوع پر سابقہ تحقیقی کام

ماضی میں علوم القرآن پر جید علماء کرام نے محنت کر کے امہات الکتب تحریر کی ہیں، جو بعد میں آنے والے مصنفین کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لے لیے بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ ان میں سے کچھ چیدہ چیدہ کتب یہ ہیں:

1- مصنف علامہ زرکشی البرہان فی علوم القرآن

2-مصنف علامہ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن

3-مصنف شیخ زرقانی، مناہل الاعرفان فی علوم القرآن

بدلتے حالات اور مغربی افکار کے زیر اثر ذہنوں میں نئے سوالات جنم لینے لگے تو اس موضوع پر نئے دور اور حالات سے ہم آہنگ کتب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو عصر حاضر کے علماء نے سلف کے نقش قدم پر چل کر اور عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہت سی کتب تحریر کیں۔ نیز جامعات میں اس موضوع پر سندی تحقیقی مقالات لکھنے کا رجحان بھی فروغ پذیر ہے۔ حسب ذیل مقالات اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں:

1- تفسیر ضیاء القرآن میں مباحث علوم القرآن، محمد انیس الرحمن، ایم فل، الحمد یونیورسٹی، اسلام آباد۔

2- تفسیر صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں مباحث علوم القرآن کا تجزیاتی مطالعہ، صبا مختار، رفاہ یونیورسٹی فیصل آباد۔

3- مباحث علوم القرآن في أبرز التفاسير البشتوية، محمد عاصم، پی ایچ ڈی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

علوم القرآن کی اقسام

علوم القرآن کی حسب ذیل پانچ اقسام ہیں:

تعلم الاحکام، علم المناظرہ، علم تذکیر بآلاء اللہ، علم تذکیر بایام اللہ اور علم تذکیر بما بعد الموت۔ انہیں علوم پنجگانہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان علوم کو ذیلی سطور میں ایک ڈائیگرام کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

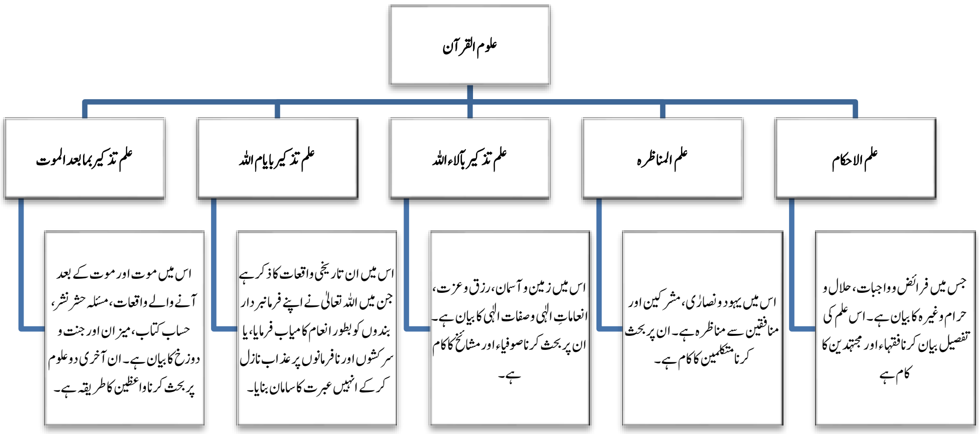

قرآنی تعلیمات کے ان پانچ شعبوں میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے بیان کردہ 80 علوم یا عنوانات کے تحت بحث ہوتی ہے۔ جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

1. رسم القرآن، اعراب القرآن، مصادر القرآن، غرائب القرآن، تجوید القرآن، آدابِ تلاوت القرآن۔

2. نزول القرآن: اس کے تحت کئی ابواب وفصول ہیں۔ جیسے مباحث وحی، کیفیت نزول قرآن، معرفت اسباب نزول قرآن۔

1- جمع القرآن: اس کے ضمن میں بھی کئی ایک ابواب وفصول ہیں مثلاً: کتابت قرآن، تعلیم وحفظ قرآن، ترتیب و جمع قرآن، ترتیب آیات وسور قرآن، سبعہ احرف یا سات قرآئتوں کا عدم اختلاف اور مصاحف صدیقی و عثمانی کا فرق وغیرہ۔

2- تفسیر القرآن: اس میں شروط مفسر، آدابِ مفسر اور طبقات مفسرین وغیرہ۔

3- اعجاز القرآن، بدائع القرآن، حقیقت ومجاز قرآن، تشبیہ القرآن، امثال القرآن، اقسام القرآن، جدل القرآن، دلائل قرآن، احکام قرآن، محکم ومتشابہ قرآن، ناسخ ومنسوخ قرآن، اسماء الرجال والبلدان فی القرآن، خواص القرآن۔

علوم القرآن کا مقصود:

علامہ محمد علی صابونی نے علوم القرآن کا مقصود حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"يقصد بعلوم القرآن الابحاث التى تتعلق بهذا الكتاب المجيد الخالد، من حيث النزول ، الجمع، الترتيب، التدوين، ولمعرفة اسباب النزول ، المكى منه المدنى، و معارفة الناسخ المنسوخ، و المحكم والمتشابه، --------- ومعرفة الخصائص كل مفسرين ، و شروط التفسير، و غير ذلک من دقائق هذا العلم"۔[4]

علوم القرآن کا مقصود وہ ابحاث ہیں جو اس ہمیشہ رہنے والی کتاب مجید سے بلحاظ نزول، جمع، ترتیب، تدوین، اسباب نزول کی معرفت، مکی ومدنی سورتوں، ناسخ ومنسوخ کی معرفت، محکم ومتشابہ، اور بہت سی دیگر ابحاث جو قرآن کریم سے تعلق رکھتی ہیں، یا ان کا اس سے تعلق ہے اور اس بحث کا مقصد رسول کریم ﷺ کے بیان وتوضیح اور صحابہ سے جو کچھ قرآن کی آیات کی تفسیر کے متعلق منقول ہے اس کی روشنی میں کلام اللہ کا سمجھنا ہے اور تفسیر میں مفسرین کے طریقہ اور اسالیب کی معرفت ان کے مشاہیر کے بیان اور تمام مفسرین کے خصائص کی معرفت اور شروط تفسیر اور اس علم کے دیگر دقائق کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

1-رسم القرآن کا تعارف

جس طرح قرآن کریم کے الفاظ و معنی کی حفاظت کا انتظام کیا گیا اسی طرح قرآن کے الفاظ کے نقوش کی بھی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ قرآن "قراء" سے ہے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں اور اس کے لیے کتاب کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنی لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ الفاظ پڑھے جاتے ہیں اور نقوش لکھے جاتے ہیں، قرآنی الفاظ کا علم "علم قراءت" کہلاتا ہے اور نقوش قرآنی کا علم "علم الرسم" کہلاتا ہے۔

2- رسم کا لغوی تحقیق اور اصطلاحی مفہوم

اکثر ماہرینِ لغت نے رسم کے معنی "اثر" بیان کیے ہیں۔ اثر یعنی علامت اور نشان۔[5]

جبکہ اصطلاح میں رسم سے مراد:

"تصویر كلمة بحروف هجائها، بتقدير الابتداءيها والوقوف عليها لتتحول اللغة المنطوقة الى آثار مئية"۔ [6]

"کسی کلمہ کے حروف ہجا کی ایسی صورت جس کی مدد سے کلمہ کی ابتداء اور وقف کا اندازہ ہوتا ہے، تاکہ بولی جانے والی زبان نظر آنے والے آثار پر دلالت کرے"۔

عربی لغت میں رموز مکتوبہ اور لکھی ہوئی اشیاء کیلئے متعدد الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن میں چار خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں: "کتاب"، "خط"، "ھجا"، اور "رسم"۔ پہلی اور دوسری ہجری تک مصحف اور دیگر مکتوبات کے لیے لفظ "کتاب" ہی استعمال ہوتا تھا، پھر لفظ "خط" استعمال ہونے لگا اور خطِ المصحف کی اصطلاح سامنے آئی پھر اسے علم الخط کہا جانے لگا جو کہ اکثر اہل فن کتابت اور خطاطین کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ پھر خط کی جگہ ہجاء نے لے لی اور ھجاء المصاحف کی اصطلاح استعمال ہونے لگی۔

3 - رسم القرآن کی اقسام کا تحقیقی جائزہ

علامہ ابوحیان نے رسم الخط کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

" فقد صار الاصطلاح فی الکتابة علی ثلاثلة انحاء : اصطلاح العروض، ا اصطلا ح کتابة المصحف و اصطلاح الکتاب فی غیر هذین"۔ [7]

1- **رسم عروض:** رسم عروض سے مراد اہل عروض کے نزدیک کسی شعر کی تقطیع و تعریض کیلئے اختیار کیا جانے والا رسم۔ فن عروض میں حروف کی تعداد کے ساتھ ساتھ ان کے متحرک و ساکن ہونے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ مثلا:

	رسم عروض کی خصوصیات	امثالہ
1	تنوین کو بصورت نون لکھنا	جاهلا— اهلن
2	حالت وقف میں آخری حرکت کو حرف میں بدلنا	تزودِ — تزودی
3	حرف مدغم کو دو حروف لکھنا	اَیّام -- ابیام
4	لام کو حذف کرنا	من الناس

2-رسم املائی یا قیاسی:

1-منطوقات [8] کی نقوش کے ساتھ مطابقت کا نام رسم املائی یا قیاسی ہے۔

2-کسی زیادتی اور نقصان یا کسی تغیر و تبدل کے بغیر حروف عربیہ کے متعلق بحث کا میدان رسم املائی کہلاتا ہے۔

3-رسم عثمانی:

کلمات قرآنیہ کی وہ املاء جو مخصوص قواعد کے تحت عام عربی اور رسم املائی (قیاسی) سے مختلف ہے۔ جو صرف کلمات قرآنیہ کی کتابت کے لیے مخصوص ہے اور جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امت کو ایک رسم پر جمع کرنے کے لیے مصاحف کے لیے اختیار کیا۔ اسی بنا پر اسکا نام رسم عثمانی رکھا گیا۔ رسم عثمانی کے مستقل اصطلاح بننے کے باعث اس کو "رسم مصحف" اور "رسم اصطلاحی" بھی کہا جانے لگا۔ اس رسم کو بعض علماء نے "رسم توقیفی"[9] کا نام بھی دیا۔

رسم عثمانی کا تحقیقی جائزہ:

رسم عثمانی مکمل طور پر رسم املائی اور عرفی کے متضاد نہیں ہے البتہ بعض مواقع پر بوجہ حکمت اس سے مخالفت کی گئی ہے۔ کلمات قرآنیہ کی صحیح ادائیگی اور **سبعہ احرف** کی شمولیت کی حکمت کے ساتھ ساتھ رسولؐ سے اسی طریقہ پر منقول رسم کے پیش نظر تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ثابت ہے لہٰذا علمائے رسم نے صحابہ کے اس اجماع کو رسم عثمانی کی تعریف کا جزبنادیا۔ صحابہ کی مشاورت سے رسم مصحف کو ایسے قیود میں مقید کر دیا کہ قرآنی کلمات میں التباس کا امکان ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ رسم القرآن جو کہ رسم عثمانی بھی کہلاتی ہے تدوین قرآن کے لیے لازم قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ جو قراءت قرآن رسم عثمانی کے مطابق نہ ہو اسے شاذ قراءت میں شمار کیا جاتا ہے۔ آگے ہم رسم عثمانی اوراس سے متعلق کچھ ذیلی ابحاث کا جائزہ لیتے ہیں

رسم عثمانی کی ضرورت کیوں پیش آئی:

نبی کریم ﷺ کی وفات تک اور ابتداء دور صدیقی تک قرآن باقاعدہ ایک کتابی صورت میں موجود نہیں تھا، بلکہ سینوں میں محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ کئی صحابہ کرام کے پاس کتابت کے لیے عام استعمال ہونے والی اشیاء پر اجزا کی صورت میں تحریر تھا۔ پھر **دور صدیقی** میں جھوٹ مدعئ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف 11 ہجری میں **جنگ یمامہ** میں بہت سارے حفاظ صحابہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر کے مشورہ پر حفاظت قرآن کی غرض سے کتابت قرآن کے لیے صحابہ کی کمیٹی بنائی گئی جس کے سربراہ حضرت زید بن ثابت انصاری، جو کہ دور نبوی کے کاتب وحی، اور حافظ قرآن تھے۔ انھوں نے ایک سال کے عرصہ میں اس عظیم کام کو انجام دیا اور جو پہلا نسخہ تیار ہوا، اسے "مصحف ام" یا "مصحف امام" کا نام دیا گیا۔ پھر **دور فاروقی** میں یہ نسخہ دار لحکومت مدینہ میں ہی رکھا گیا اور حضرت عمر کی وفات کے بعد اسے ام لمؤمنین حضرت حفصہ کے پاس رکھوایا گیا۔ دور فاروقی میں فتوحات اوراسلامی خلافت کی وسعت میں عربوں کے علاوہ عجم بھی شامل ہوگے تو **دور عثمانی** میں **قرآن کی مختلف قراءت** کا مسئلہ سامنے آیا۔ جس کی

نشان دہی **حضرت حذیفہ** بن یمان نے کی اور دوسری الہامی کتابوں کی طرح قرآن میں **تحریف کا خدشہ** ظاہر کیا، جس پر حضرت عثمان کی صحابہ کی بڑی جماعت سے مشورہ کے بعد حضرت زید بن ثابت انصاری ہی کی سربراہی میں صحابہ کی ایک کمیٹی سے قرآن کو **قریشی لہجا** میں ان تمام قراءت جن کی اجازت نبیؐ نے دی تھی لکھا گیا۔ اور پھر اس کے کئی نسخے لکھوا کر اسلامی ریاست کے مراکز میں بھیج دیے اور حکم دیا کے اس کے قرآن کو صرف اسی رسم الخط اور لہجات میں لکھا اور پڑھا جائے اور باقی تمام نسخے جلا دیئے گئے۔

دور خلافت کے مصاحف کی خصوصیات:

مصحف امام (مصحف ام)	مصحف عثمانی
▪ اس میں قرآنی آیات کو نبیؐ کے بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق درج کیا گیا۔(10) ▪ اس میں سورتوں کو ملا کر نہیں بلکہ الگ الگ رکھا گیا۔ اس میں ساتوں حروف (سبعہ احراف یا قراءت) جمع تھے، جن پر قرآن کا نزال ہوا۔ ▪ اسے خط حمیری میں لکھا گیا۔ ▪ اسے لکھوانے کا مقصد ایسا نسخہ ترتیب دینا جس پر امت متفق ہو اور ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔	▪ مصحف امام کو مصحف عثمانی کا مصدر بنایا گیا۔ ▪ تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ملا کر ایک مصحف میں لکھا گیا۔ ▪ لغت واحد پر جمع کیا گیا۔ ▪ مختلف قراءات کی گنجائش ▪ ایک سے زائد معانی کا امکان مثلا:أم من:بلکہ جو:اَمْ مَّنْ یَّکُوْنُ عَلَیْہِمْ وَکِیْلًا (بلکہ جو چلتا ہے بالکل درست سیدھی راہ پر)أمن: بھلا کون ہے جو: اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم (بھلا کون چلتا ہے بالکل سیدھی راہ پر) ▪ اس کا مقصد امت میں تفرقہ واختلاف کو ختم کرنا تھا۔

عربی رسم اور رسم عثمانی کا فرق تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

علماء کرام نے عربی رسم اور رسم عثمانی کے ظاہر طور پر نظر آنے والے اختلاف یا فرق کو سمجھنے کے لیے دونوں خطوط میں سے چھ قواعد اخذ کیے ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں ہے:

1	**حذف کا قاعدہ**	رسم عثمانی میں پانچ حروف کو بعض مقامات پر حذف کر دیا گیا ہے جبکہ عام عربی رسم الخط میں یہ حروف موجود ہیں۔ الف، واؤ، یاء، لام، اور نون۔
	الف (ا)	رسم عثمانی میں تین وجوہ کی بناء پر الف کو حذف کیا گیا ہے۔

حذف اشارہ	اشارہ سے مراد کہ یہاں الف کسی اور قراءت میں محذوف ہے۔ جیسے: 1- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں الف کا حذف۔ 2- وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ میں اُسٰرٰی کی سین پر الف کا حذف۔ (امام حمزہ نے اسے **اسری** یعنی سین ساکن اور راء کو بغیر الف کے پڑھا ہے۔) 3- تُفٰدُوْهُمْ میں الف کو گرا کر تَفْدُوْهُمْ تاء زبر اور فاء جزم کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا گیا جو امام ابن کثیر، ابو عمرو، ابن عامر اور حمزہ و خلف کی قراءت ہے۔
حذف اختصار	1- جمع مذکر و مؤنث سالم سے وہ الف جس کے بعد نہ تشدید ہو نہ ہمزہ، حذف کر دی گئی۔ جیسے: العٰلَمِينَ، وَالذّٰرِيٰتِ، وَالْحٰفِظِيْنَ،وَالصّٰدِقِيْنَ۔ 2- اگر الف کے معاً بعد حرف مشدد آیا یا مہموز، تو پھر الف کو لکھا۔ جیسے: الضّآلِّيْنَ، وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ، یا،لِلطَّآئِفِيْنَ، وَالْقَآئِمِيْنَ، یا،أوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ۔ 3- اسی طرح فَعَّالین اور فَعَّالون کے وزن پر جو لفظ آیا، سوائے چند ایک کے، اس میں بھی الف محذوف کر دیا۔ جیسے: كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ، لِلأَوّٰبِيْنَ، طَوّٰفُوْنَ اور الخرّٰصُوْنَ میں۔
حذف اقتصار	اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مقام پر ایک لفظ میں یہ الف حذف ہوا مگر دوسرے مقام پر نہیں ہوا۔ جیسے: 1- لفظ المیعاد میں الف کو اس آیت میں حذف کر دیا گیا ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ : الانفال:۴۲، جبکہ دوسرے مقامات پر یہ بدستور موجود ہے۔ 2- اسی طرح الْقَهّٰار کا لفظ سورۃ الرعد کی آیت:۱۶ میں بغیر الف کے ہے اور دوسرے مقامات پر نہیں۔ 3- اسی طرح يُسٰرِعُوْنَ، اِبْرٰهِيْمَ، سَلٰمٌ، الْمَسْجِدِ، يُجٰدِلُوْكُمْ، بَلّٰغْ، بٰطِلَ، عٰهَدُ، تُرٰباً وغیرہ میں الف حذف شدہ ہے۔
اور متعدد جگھوں پر	1- ہر وہ اسم جس کے آخر میں یاء ما قبل کسرہ آیا ہو وہاں بھی الف کو حذف کیا گیا۔ جیسے:

حذف		الصّٰبِئِين، طٰغِين، غٰوِين وغیرہ۔ 2- جب الف، لام کے بعد درمیان میں آئے یا دو لاموں کے بعد آئے تو وہاں بھی الف حذف کیا گیا۔ جیسے: الإصلٰح، عَلّٰمَ الغُيُوْبِ، دو لاموں کے درمیان الف کے حذف کی مثال: إلّا فِيْ ضَلٰلٍ، وَلَا خِلٰلٍ، كَلٰلَةٍ۔ 3- ہر ایسا لفظ جس میں ہاء تنبیہ (warning) کی تھی یا نداء کی۔ اس سے الف حذف کیا گیا بشرطیکہ وہ لفظ کے آخر میں نہ ہو۔ جیسے: ہٰتین ، ہٰذَا یا، ہٰؤُلَآءِ، هٰٓاَنْتُمْ، جبکہ ھا کے ساتھ موجود الف، انتم اور اولاء کا اپنا ہے۔ 4- اسی طرح الف کا حذف یا أیہا کی یا سے۔ اور اس کو یوں لکھا گیا یٰٓأَيُّهَا النَّاسُ، اسی طرح یٰنِسَآءَ النَّبِی ، یٰٓاٰدَمُ، یٰٓاِبْرٰہِیْمُ، وغیرہ میں حرف ندا کو بھی بغیر الف کے لکھا گیا۔
	واو(و)	واؤ کو بھی متعدد مقامات پر حذف کیا گیا۔ مثلاً : 1- جب ایک واؤ دوسری واؤ کے ساتھ ایک ہی کلمہ میں جمع ہو جائے تو وہاں ایک واؤ گرا دی گئی خواہ وہ ہمزہ کی صورت میں تھی جیسے مَسْؤُلًا، وَلَا يَؤُدُهٗ، تؤیہ، یا وہ ہمزہ کے بغیر تھی۔ جیسے : دَاوٗدَ، وَلَا تَلْوٗنَ، لَا يَسْتَوٗنَ۔ 2- واؤ کو لفظ پر بوجھ سمجھ کر حذف کر دیا گیا کیونکہ اس کا پڑھنا بھی ممکن نہ تھا۔ جیسے : يَدْعُ الدَّاعِ، وَيَمْحُ اللهُ الْبَاطِلَ ، سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ، میں سے واؤ حذف ہوا جو دراصل یدعو، یمحو، سندعوا تھے۔
	یاء(ی)	الف کی طرح "ی" بھی متعدد مقامات پر حذف کی گئی۔ مثلاً: 1- متصل یاء المتکلم کو ان کلمات سے حذف کیا گیا، جیسے :أَطِيْعُوْنِ، تَعْبُدُوْنِ، كِيْدُوْنِ، اِتَّبِعُوْنِ وغیرہ میں آخری نون دراصل نی ہے جس کی "ی" محذوف ہے اور "ن" کی زیر اس کی قائم مقام ہے۔ 2- جب ایک یاء دوسری یاء کے ساتھ لفظ میں اکٹھی ہو گئی تو وہاں بھی ایک یاء گرا دی گئی خواہ وہ یاء ہمزہ کی صورت میں تھی جیسے :مُتَّكِئِيْنَ، سَيِّاٰتِ، یا وہ ہمزہ کی صورت میں نہ تھی جیسے: النَّبِيّٖنَ الأمِيّٖنَ۔

		3- ہر اسم منقوص کے آخر میں جہاں رفع یا جر آنا تھا وہاں بھی یاء حذف کی گئی۔ جیسے: بَاغٍ، ہَادٍ ، وَالٍ ، وَاقٍ ، الدَّاعِ ، والْبَادِ۔
	لام(ل)	پانچ الفاظ خواہ وہ مفرد تھے یا تثنیہ و جمع۔ ان میں اس لام کو حذف کر دیا گیا جو دوسری لام کے ساتھ آیا۔ یہ پانچ الفاظ الَّیْل، الّٰئی، الّتِی، الّٰتِی، لَّذِیْ ہیں۔ ان پانچ الفاظ کے علاوہ باقی میں لام کو رہنے دیا گیا جیسے : اللَّطِیْفُ، اللَّوَّامَۃُ، اللُّؤْلُؤُ اور اَللّٰہُمَّ۔
	نون(ن)	نون کو دو مقامات پر حذف کیا گیا جو فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآئُ اور وَکَذٰلِکَ نُــنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ہیں۔
2	الزیادۃ کا قاعدہ	یعنی کلمہ میں کسی حرف کا حقیقی اضافہ اس طرح ہو کہ اسے نہ ملا کر پڑھا جاسکے اور نہ اس پر وقف ہوسکے۔ کبھی بعض حروف میں یہ اضافہ غیر حقیقی بھی ہوتا ہے پھر وقف میں وہ پڑھا بھی جاتا ہے جیسے: لٰکِنَّا کے لفظ میں الف کا اضافہ۔ یا ابتداء میں الف کا اضافہ جیسے: لفظ ابن کی ابتداء میں الف کا اضافہ، جب وہ سطر کے شروع میں آئے۔ رسم عثمانی میں جن حروف کا اضافہ کیا گیا ہے وہ تین ہیں: الف، واؤ اور یاء۔
	الف(ا)	1- کچھ الفاظ میں واؤ جمع کے بعد الف کا اضافہ کیا گیا بشرطیکہ واؤ جمع فعل ضمیر سے متصل نہ ہو مثلاً: تَأْمَنُوْا، کَفَرُوْا، اِعْدِلُوْا وغیرہ، سوائے چند کے جیسے: فإنْ فَائُ وْ، عَتَوْ۔ 2- واؤ اصلی کے بعد الف کا اضافہ فعل مضارع معتل الآخر میں مرفوع یا منصوب واؤ کے بعد کیا گیا۔ جیسے: یَدْعُوْا لِیَرْبُوَا نَبْلُوَا سوائے ایک جگہ کے جو عَسَی اللّٰہُ أَنْ یَّعْفُوَ ہے اس میں الف حذف کر دی گئی۔ 3- جمع مذکر سالم میں جو واؤ علامت رفع ہے اسکے بعد الف کا اضافہ بھی کیا گیا۔ یا جو واؤ مذکر سالم کے قائم مقام آئی اس کا نون حذف کر کے وہاں الف کا اضافہ کر دیا گیا۔ جیسے: مُرْسِلُوا النَّاقَۃِ، کَاشِفُوا الْعَذَابِ ، صَالُوا النَّارِ۔ 4- اسی طرح بعض مقامات پر الف کا اضافہ بغیر کسی قاعدے کے کیا گیا۔ مثلاً : عَلِیٰہُمْ، لِشَایْءٍ ، مِائَۃٍ ، لَااِلَی اللّٰہِ، مَلَائِہٖ، أَفَائِنْ مَّاتَ وغیرہ، جو دراصل

		عَلَيْہِمْ، لِشَىْءٍ، مِئَۃٌ، لَاِلَى اللهِ، مَلَئِہٖ، أَفَئِنْ مَّاتَ تھے۔ 5- واؤ کے بعد الف کا بھی اضافہ ہوا جیسے : تَفْتَؤُا، اَتَوَكَّؤُا، تَظْمَؤُا شاید یہ الف، ہمزہ متطرفہ ہے جو لفظ کے کنارے پر واؤ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح نون کے بعد الف کا اضافہ جیسے: لَكِنَّا ہُوَ اللهُ، والظُّنُوْنَا۔
	واؤ(و)	1- الف اور یاء کی طرح چار الفاظ یٰأُولِی، أُولُوا، أُولَائِ، أولٰت میں واؤ کا اضافہ بالاتفاق کیا گیا اور سَاُورِيْكُمْ، وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ میں واؤ کے اضافہ پر اختلاف کیا گیا۔ پہلے میں واؤ کا اضافہ راجح کہا گیا اور دوسرے میں عملاً اس کا اضافہ نہیں کیا گیا۔
	یاء(ی)	رسم عثمانی میں یاء کا اضافہ دو طرح سے کیا گیا ہے: 1- جس لفظ میں ہمزہ مکسورہ تھا خواہ اس سے پہلے الف ہی کیوں نہ آئی ہو وہاں یاء کا اضافہ کیا گیا۔ جیسے: مِنْ وَّرَائِ حِجَابٍ، مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِى، اِيْتَاءِ وغیرہ ہیں۔ یا الف آئی ہو جیسے: اَفَائِنْ مِّتَّ یا اَفَائِنْ مَّاتَ میں۔ 2- وہ لفظ جس میں ہمزہ مکسورہ تھا اور نہ ہی الف۔ وہاں بھی یاء کا اضافہ اسی نوعیت کے دو کلموں میں کیا گیا۔ جیسے: بِاَيِّكُم اور بأييْدٍ وغیرہ میں۔
3	**ہمزہ کا قاعدہ**	رسم عثمانی میں عام عربی رسم الخط سے ہٹ کر ہمزہ کی کتابت کے لئے یہ چند منفرد طریقے اپنائے گئے۔ اس لئے کہ ہمزہ لفظ کی ابتداء یا وسط یا آخر میں ہوتا ہے۔
	ہمزہ ساکن	ہمزہ ساکن کو اس سے ماقبل حرف کی حرکت کے مطابق لکھا گیا: 1- اس سے قبل زبر کی صورت میں اسے "الف" پر لکھا گیا۔ مثلاً :البأساء، اقرأ۔ 2- زیر کی صورت میں ہمزہ کو "ی" پر لکھا گیا۔ مثلاً :ائذن لی، جئنا۔بئر۔ 3- جبکہ پیش کی صورت میں اسے "و" پر لکھا گیا۔ مثلاً :اؤتمن، المؤتون۔
	ہمزہ متحرک	ہمزہ متحرک کی کتابت الف پر ہونی چاہے اس پر زبر ہو، زیر ہو یا پیش ہو۔ مثلاً :أَيُّوْبَ، إِذَا، أَنْزَلَ۔ 1- لیکن اگر ہمزہ متحرک کلمہ کے وسط میں آئے تو اس کی حرکت کے موافق حرف پر اس کی کتابت کی گئی مثلاً :سَأَلَ، سُئِلَ، نَقْرَءُهٗ۔

		2- ہمزہ اگر آخر میں آیا اور اس کا ما قبل ساکن تھا تو اس کی کوئی صورت بھی اختیار نہیں کی گئی بلکہ اسے علیحدہ لکھا گیا۔ جیسے: دِفْیءٌ، اور الخبْءِ وغیرہ۔
4	ابدال کا قاعدہ	رسم عثمانی میں تین حروف الف، نون اور تاء تانیث کو بدل کر ان کی جگہ دوسرے حروف کو لکھا گیا۔
	الف (ا)	الف کو دو حروف یاء اور واؤ سے بدلا گیا۔
	الف کا یاء سے بدل	کچھ الفاظ میں الف کو یاء سے بدل کر بھی لکھا گیا۔ 1- جب الف یاء سے بدلی گئی ہو۔ یعنی اصل میں وہ یاء تھی تو وہ محض اپنے اصل کی تنبیہ کے لئے اور امالہ کے جواز کے لئے یاء کے ساتھ لکھ دی گئی۔ مثلاً: ہٰوٰیہ، ہُدٰی، استسقٰیہ، أعطٰي، یٰاَسَفٰي۔ (نوٹ: اصل الف پہچاننے کا قاعدہ یہ ہے کہ لفظ اگر اسم ہے جیسے: فَتًی تو اس کا تثنیہ دیکھا جائے۔ جیسے: فَتَیَان۔ یا اگر لفظ فعل ہے تو اسے تاء ضمیر کی طرف مسند کیا جائے۔ جیسے: رمی سے رمیتَ۔ 2- لفظ اگر رباعی تھا تو اس میں الف، کو یاء سے بدل دیا گیا جیسے: المَوتٰی، السَّلْوٰی اور إحْدٰیہُمَا۔ 3- الف اگر یاء سے بدلی ہوئی محسوس ہوئی تو اسے بھی یاء سے لکھ دیا گیا جیسے: أتَی، یتامٰی، سکارٰی، مرضٰی، متٰی، بلٰی، توفیکم، إلی، علی وغیرہ۔
	الف کا واؤ سے بدل	1- کچھ الفاظ میں الف کو تفخیم کے لئے واؤ سے بدل کر لکھا گیا جب کہ اصلاً اس میں واؤ تھی اور اضافت بھی نہیں تھی۔ مثلاً: یہ چار عام الفاظ: الصلوة، الزکوة، الحیوة، الربو وغیرہ۔ جو اصل میں الصلٰاة، الزکاة، الحیاة اور الربا تھے۔ یا بِالْغَدٰوَةِ، کَمِشْکٰوةِ، مَنٰوَةٍ میں۔ 2- مضاف ہونے کی صورت میں ان میں دو الفاظ پھر الف کے ساتھ لکھے جائیں گے۔ مثلاً: وَلَا تَجْہَرْ بِصَلَاتِکَ، اور قدمت لحیاتی۔ لفظ صلوة واؤ کے ساتھ بعض مقامات پر مضاف ہوا ہے وجوہ قراءت کی بناء پر وہ مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جیسے: إنْ صَلٰوتِکَ سَکَنٌ لَّہُمْ، وَصَلَوٰاتِ الرَّسُوْل، أَصَلٰوتُکَ تَأمُرُکَ اور

		وَالَّذِیْنَ ہُمْ عَلٰی صَلَوٰتِہِمْ یُحَافِظُوْنَ میں-
	نون(ن)	مختلف مقامات پر الف کی صورت میں لکھا گیا۔
	تنوین	1- تنوین کو الف کی ہر اس صورت میں لکھا گیا جہاں اسم منصوب تھا اور اس میں ہاء تانیث کی نہیں تھی اور نہ ہی وہ اسم، مقصور تھا۔ مثلاً :حکمًا و علمًا۔
	نون تاکید خفیفہ	1- نون تاکید خفیفہ کو الف سے لکھا گیا جب اس کا ما قبل مفتوح تھا جیسے :وَلَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ (یوسف:۳۲)،یا لَنَسْفَعاً بِالنَّاصِیَۃِ العلق:۱۵
	لفظ اِذن	1- جن الفاظ کے نون کو الف لکھا گیا ان میں لفظ اِذن بھی ہے۔ جیسے :إِذًا لَأَذَقْنٰک، وَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا اور وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا الاسراء:۷۶ اس کو الف سے اس لئے بھی لکھا گیا کہ قراء حضرات کا اجماع ہے کہ اگر اس پر وقف کیا تو وہ الف ہو جائے گا۔
	تاء تأنیث	1- تاء تانیث اسماء میں ہاء سے لکھی جاتی ہے۔ افعال میں نہیں۔ وصل کی صورت میں تا پڑھی جاتی ہے اور وقف کی صورت میں ہاء۔ یہی عام قاعدہ ہے۔ مثلاً: 2- لفظ رحمۃ اس آیت میں وَآتَانِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِندِہٖ ،ہود:۲۸ نعمۃ :وَمَن یُبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللهِ ، کلمۃ: وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّکَ (یونس: ۱۹ وغیرہ۔ 3- مگر تیرہ کلمات اس قاعدے سے مستثنیٰ قرار دئے گئے۔ جو درج ذیل ہیں: رَحْمَتُ، نِعْمَتُ، سُنَّتُ، اِبْنَتُ، شَجَرَتُ، امْرَأْتُ، قُرَّتْ، بَقِیَّتُ، فِطْرَتُ، لَعْنَتُ، وَجَنَّتُ، وَمَعْصِیَتُ، اور کَلِمَتُ، ان میں فرق یہ ہے کہ جو لفظ ہاء کے ساتھ لکھا گیا اس پر ہاء کا ہی وقف کریں گے اور وصل کی صورت میں اسے تاء کے ساتھ ملا دیں گے۔ اور جو تاء مفتوحہ کے ساتھ لکھا گیا وہ تاء وصل میں پڑھا جائے گا اور سانس کی تنگی، مقام تعلیم یا امتحان کی صورت میں وقف کے ساتھ۔
5	**وصل وفصل کا قاعدہ**	
	وصل	1- وصل سے مراد دو الفاظ کو ملا کر ایک لفظ کی صورت میں لکھنا ہے۔ رسم عثمانی میں کچھ مقامات پر وصل ہوا۔ مثلاً: اِن اور لا کو ملا کر لکھا گیا اسی طرح بِئْسَمَا، وَیْکَأَن،

		أَلَّنْ، يَبْنَؤُمَّ جو اصل میں ایک دوسرے سے جدا تھے۔
	فصل	1- دو لفظ کے مرکب کو توڑ کر الگ الفاظ لکھنے کو فصل کہتے ہیں۔ مثلاً: اَمن کو اَم من لکھا گیا۔۔ اِلم کو اِن لم لکھا گیا۔ 2- علماء کا کہنا یہ ہے کہ فصل کو وصل اس لئے بنایا ہے تاکہ قرآن کریم کی تحریر میں اختصار آجائے ورنہ وصل کو لے بیٹھتے تو پھر اختصار نہ رہتا اور کلام طویل ہو جاتی۔
6	دو قراءتیں کا قاعدہ	1- رسم عثمانی میں کچھ الفاظ کو اس طرح لکھا گیا کہ ایک سے زیادہ قراءت کی گنجائش نکل آئے۔ مثلاً: ملک یوم الدین لکھ کر دو قرائتوں مالک اور ملک کو امکان پیدا کر دیا۔ اسی طرح مسیطر، مصیطر لکھا تاکہ اسے س اور ص دونوں حروف سے پڑھا جا سکے۔

رسم عثمانی پر مستشرقین اور منکرین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ:

مستشرقین اور منکرین قراءات وحدیث نے اس مسئلے کو ہمیشہ توڑ مروڑ کے پیش کیا یہ لوگ یا تو اہل تشیع کی روش پر کاربند ہیں یا محض ہٹ دھرمی کی بنیاد پر کتمان حق کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ کا قراءات متواترہ اور وحی الٰہی کو جلانا:

منکرین حدیث و قراءات نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پر بہت بڑا الزام لگایا کہ انہوں نے قراء ات متواترہ اور وحی الٰہی کو جلا دیا تھا اور بعض نے غلط فہمی کے بنا پر یہ کہہ دیا کہ انہوں نے صرف لغت قریش کو باقی رکھا باقی لغات کو جلا دیا۔

جواب:

1- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے مختلف نسخے لکھوا کر اپنی سلطنت میں ارسال کیے۔ اور ماہر صحابہ کے نگرانی میں جمع شدہ اس نسخے کے علاوہ جو اس سے متصادم تھا جلانے کا حکم دیا۔ جس پر کسی بھی صحابی نے اعتراض واختلاف نہیں کیا اگر آپ کا یہ عمل مکروہ ہوتا تو صحابہ کرام آپ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرتے۔

2- دوسری بات کہ صرف لغت قریش کو باقی رکھا گیا اس کی بھی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ ہماری قراءات وروایات میں اِمالہ وتسہیل اور دیگر کئی طرح کے اختلافات بلا شبہ لغت قریش نہیں ہیں بلکہ دیگر قبائل مثلا اہل نجد اسد، تمیم، قیس، وغیرہ کے لغت ہیں۔ یہ اب تک موجود کیوں ہیں؟ دنیا کے تمام ممالک میں ناقلین قراءات اس پر کیوں عمل پیرا ہیں؟ جس ہستی مقدس نے حفاظت کا دعوی کیا تھا وہ اپنی کتاب کی حفاظت سے عاجز آگیا؟ معاذ

اللہ کچھ لوگوں کو صحیح بخاری کی روایت سے غلط فہمی ہو گئی جس کا پس منظر"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فاكتبوه بلغة قريش "

ابن حجر بیان کرتے ہیں: کہ "التابوت" کی تا میں اختلاف ہوا کہ اس گول ۃ سے لکھا جائے یا لمبی تا سے۔ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب مسئلہ رکھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو قریش کے لغت پر لکھو۔ انہوں نے لغت قریش پر کتابت کا حکم دیا تھا نہ یہ کہ باقی لغات کو ختم کر کے قریش کی لغت کو باقی رکھنے کا گویا کہ انداز تحریر اس طرح کا اختیار کیا گیا کہ ایک ہی طرح کے رسم سے تمام ناقلین اپنے اَساتذہ سے ثابت اور منقول اختلافات کو نکال لیں۔ تاکہ اُمت فتنے میں نہ پڑے اور سبعہ احرف کا محفوظ و مامون رہیں۔

منکرین کا اعتراض قرآن کے خلاف:

قرآن یہ کہتا ہے کہ وحی کو منسوخ کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے نہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اختیار میں۔ چنانچہ ان کا موقف قرآن کے سراسر خلاف ہے۔

عتراض کا جواب:

نسخ وحی صرف اللہ کے اختیار میں ہے، وحی میں تبدیلی یا کسی کلمے یا آیت کا بدلنا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے۔

دلیل اوّل:

فرمانِ الٰہی ہے :"مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا اَوْمِثْلِهَا " [11]

" جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کی مثل لے آتے ہیں۔"

اس آیت میں نسخ وحی کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے۔

دلیل ثانی:

دوسرے مقام پر فرمایا:"وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيهِم اٰيٰتُنَا بَينٰتٍ قَالَ الَّذِينَ ...... عَذَابَ يَومٍ عَظِيم" [12]

"اور جب ان پر ہی ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہ (اے نبی ﷺ) اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ یا اس میں ردوبدل کر دو۔ فرما دیجئے میرے لائق نہیں کہ میں اسے اپنے پاس سے بدل دوں میں تو وحی کا پیروکار ہوں اگر میں نے نافرمانی کی تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

دلیل ثالث

تیسرے مقام پر فرمایا:"وَلَوتَقُولَ عَلَينَا بَعضَ الأَقَاوِيل۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِاليَمِين۔ ثُمَّ لَقَطَعنَا مِنْهُ الوَتِيْن۔ فَمَا مِنْكُم مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِين " -۔ [13]

اگر نبی ﷺ ہماری طرف من گھڑت باتیں کہتے ہیں (یا منسوب کرتے) تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ہم ان کی شہ رگ بھی کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔"

آیات کا مفہوم آسانی سے واضح ہے اگر عثمان رضی اللہ عنہ نے کثیر تعداد میں متواتر قراءات کو جلا دیا اور کسی صحابی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ بلکہ اس الزام سے نہ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بلکہ تمام صحابہ جو اس وقت موجود تھے سب کی شخصیت مجروح قرار پائے گی۔(العیاذ باللہ)

مصاحف عثمانیہ کے ساتھ اساتذہ کا بھیجا جانا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن شہروں میں بھیجا، لیکن اس سے کام ختم نہیں ہوا،اس مصحف کو اس زمانے کے رسم الخط کے مطابق بغیر نقطوں اور اعراب کے لکھا گیا ان نسخوں کا اس حالت پر پڑھنا صرف پڑھے لکھے لوگوں کے بس میں تھا اور عوام کو پڑھانے کے لئے ذہین استادوں کی ضرورت تھی۔ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ہر نسخے کے ساتھ ایک متبحر اور موثق حافظ اور جید قاری کو بھی بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قراءات کی تعلیم، مطالب کے فہم اور اس کے اَحکامات پر عمل کرنے کی تعلیم دے سکے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کو قرآن کے ساتھ مکہ میں، مغیرہ بن شہاب مخزومی رضی اللہ عنہ کو شام میں، ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ تابعی کو مصحف کے ساتھ کوفہ میں اور عامر بن عبد القیس رضی اللہ عنہ کو قرآن کے ساتھ بصرہ میں بھیجا ان لوگوں نے قرآن مجید جس طرح رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا یا ان کے اصحاب سے حاصل کیا ویسا ہی اس خطے کے لوگوں کو سکھایا اور بعد میں تابعین نے ان سے حاصل کیا اسی لیے قراءتِ قرآن کو عام طور پر ان سے نسبت دی جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ نے ایک مصحف بحرین اور یمن میں بھیجا لیکن ان مصاحف کے ساتھ کن اساتذہ کو بھیجا اس کا تذکرہ نہیں مل رہا۔[14]

باطل گروہ کا اعتراض

آپ مسلمان کہتے ہیں کہ تورات و انجیل میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے یہ اختلاف تو آپ کے قرآن میں بھی موجود ہے۔ (جسے قراءات کہا جاتا ہے)؟۔ جس کو آپ اختلاف کہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا اس پر بھی اتفاق ہے۔ (الملل والنحل) مطلب یہ کہ اسے صرف اختلاف کا نام دیا گیا ہے حقیقی لحاظ سے وہ بھی اتفاق ہے، کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے اگر یہ غیر اللہ سے ہوتا تو پھر اس پر اعتراض کی گنجائش بالکل موجود رہتی۔ فرمان الٰہی ہے:

":وَلَو كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيرِ اللہ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيراً" (15)

"اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ لوگ اس میں اختلاف کثیر پاتے۔"

لوگوں کے لیے قرآن کریم کو سات لغات پر پڑھنا رخصت کے طور پر تھا اور اس وقت تک تھا جب لوگو ں کے لیے لغت قریش پر تلاوت کرنا دشوار تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے کتابت، ضبط اور حفظ کے علم سے نابلد ہونے کی بناء پر اس طرح پڑھایا۔ امام طحاوی، قاضی باقلانی اور ابو عمر بن عبد البر کا دعویٰ ہے کہ یہ رخصت ابتدائی زمانہ تک محدود تھی پھر یہ رخصت حفظ میں آسانی، کتابت کے علم سے واقفیت اور ضبط کی کثرت کے باوصف زائل کر دی گئی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کر دیا تھا۔ اور انہوں نے پوری اُمت کو ایک قراءت پر اس لیے جمع کیا تھا، کیونکہ لوگ قراءات میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ تو انہوں نے لوگوں کے لیے ایک مصحف امام مرتب فرمایا اور یہ اس پر مشتمل تھا جو عرضہ اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ پر پڑھا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اختلاف اور تفرقہ بازی کو ختم کرنے کے لیے اس کے علاوہ بقیہ تمام قراءتوں کی تلاوت سے منع فرما دیا۔"

امام باقلانی بعض علماء کی طرف سے بیان کرتے ہیں : وجوہ قراءات سات اشیاء کی طرف لوٹتی ہیں:

1 - پہلا یہ کہ جس میں حرکت کی، صورت کی اور نہ ہی معنی کی تبدیلی ہوتی ہے۔ جیسے 'وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ''اور 'يضيق

2-دوسرا جس میں صورت میں تبدیلی تو نہ ہو البتہ معنی تبدیل ہو جائے جیسے ":فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا "اور 'فَقَالُوا رَبُّنَا بٰعَدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا "۔

3 -صورت، معنی اور حرف تینوں میں اختلاف جیسے ":نُنْشِزُہَا" اور "نُنْشِرُہَا"

4 -کلمہ کی تبدیلی کے ساتھ معنی تبدیل نہ ہو جیسے 'كَالْعِہْنِ الْمَنْفُوش" اور 'كَالصُوفِ الْمَنْفُوش'۔

5 -کلمہ اور معنی دونوں کی تبدیلی جیسے 'وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ" و 'طَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ'۔

6 - تقدیم و تاخیر کا اختلاف جیسے 'وَجَآئَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ" اور 'سكرة الحق بالموت '۔

7 - زیادتی ہو جائے جیسے' :تسع وتسعون نعجة أنثى '، 'وأما الغلام فكان كافرا وكان أبواه مؤمنين'اور'فإن اللہ من بعد إكراہہن لہن غفور رحيم'۔"

سوال: لغات کے نزول کے ساتھ دیگر اختلافی تلفظ اور مرادفات کا نزول کیوں ہوا؟

نبی ﷺ نے آسانی اُمت کی دعا لغات کے اختلاف کی وجہ سے فرمائی، لیکن لغات مختلفہ میں آسانی کی اجازت کے ساتھ ساتھ دیگر کئی چیزیں بھی نازل کر دی گئیں، مثلاً بعض جگہ مرادفات کا استعمال کیا گیا۔ اس کی توجیہ یہ ہے:

1- کچھ اختلافات کے نزول کا مقصد کلام الٰہی کو فصاحت و بلاغت کا نمونہ ثابت کرنا ہے۔
2- کچھ اختلافات تفسیری کلام و مسائل کی وضاحت کے لئے استعمال ہوئے۔ جیسے:

سورۃ مریم کی ایت نمبر ۱۹ میں آیت کی لِاَہَبَ والی قراءت میں ":لِاَہَبَ لَکِ غُلَاماً زَکِیًّا" فرشتہ اپنی طرف نسبت کر کے مریم علیہا السلام کو کہہ رہا ہے کہ "میں تجھے پاکباز لڑکا عطا کروں گا۔" اور دوسری قراءت بصیغہ واحد مذکر غائب ہونے کی وجہ سے 'لِیَہَبَ لَکِ غُلَاماً زَکِیًّا" مفہوم یہ نکلے گا "وہ اللہ تجھے پاکباز لڑکا عطا کرے گا۔" اگرچہ واحد متکلم والی قراءت میں فرشتے کی طرف نسبت مجازی ہے ممکن ہے کوئی باطل عقیدہ شخص اس سے غلط مفہوم اخذ کر لیتا کہ اگر فرشتہ مریم کو بیٹا عطا کر سکتا ہے تو کیا آج کے بزرگ یا اولیاء اللہ کسی کو بیٹا نہیں دے سکتے؟ مگر دوسری قراءت لانے سے باطل عقیدہ لوگوں کا رد ہو گیا کہ اولاد کا عطا کیا جانا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

3- کچھ اختلافات لانے کا مقصد صرف اعجازِ قرآنی کو واضح کرنا ہے۔

گویا کہ لغات مختلفہ نزول کے ساتھ ساتھ دیگر کئی طرح کے اختلافات کا مقصدِ نزول اضافی فوائد کا حامل ہے۔

سوال: کیا ہر کلمہ میں سات وجوہ ہوتی ہیں

کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی لگ گئی ہے کہ شاید ہر کلمہ میں سات وجوہ ہوتی ہیں، اس کا جواب امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ نے یوں دیا:ولیس معنی تلک السبعة أن یکون فی حرفٍ واحدٍ یقرأ علی سبعة أحرفٍ ،ہذا شیئٌ غیرُ موجودٍ لکنه عندنا أنه نزل علی سبع لغات متفرقةٌ فی جمیع القرآن من لغات العرب"[16]

سبعۃ أحرف کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سات وجوہ ایک کلمہ میں پائی جاتی ہیں بلکہ وہ سات لغات متفرق طور پر پورے قرآن میں موجود ہیں اور یہ سات لغات عرب کی لغات سے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی اس کا دعویدار ہے تو وہ غلطی پر ہے اس کے پاس اس کی ادنی سی دلیل بھی نہیں۔

سوال: کیا اِجازت نبوی کے بغیر صحابہ قرآن میں لغات استعمال کرتے تھے؟

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جب اہل عرب کو ان کی لغات پر قرآن پڑھنے کی اجازت مل گئی تو ہر وہ شخص جو قرآن پڑھتا اپنی مرضی سے جس طرح چاہتا وہ تلفظ اور ادا اختیار کر لیتا۔

مسئلہ کی وضاحت کے لیے چند اقوال پیش ہے:

صحابہ کرام حتی کہ تمام قبائل کے لوگ تلفظ میں اتنا اختیار رکھتے تھے جتنا نبی ﷺ نے ان کو دیا ہوتا اور نبی ﷺ بھی اتنا اختیار رکھتے تھے جتنا اللہ نے ان کو دیا تھا آگے چل کر ان شاء اللہ اس پر بھی بحث کریں گے کہ قراءات میں اختیارات صرف اللہ کی طرف ہوتے تھے آپ ﷺ اپنی مرضی سے کوئی ردوبدل نہ کر سکتے تھے۔

سوال 1: کیا پاک وہند میں رائج مصاحف رسم عثمانی کے مطابق ہیں؟

سوال 2: اور کیا پاک وہند میں رسم عثمانی کے متوازی عربوں والے رسم ابن نجاحؒ کو بھی شائع کیا جانا چاہیے؟

یہ دو سوالات ان دو نکات پر مشتمل ہیں جو 10 مارچ 2010 میں ماہنامہ رشد کے صفحات 257–268 پر مضمون نگار حافظ انس نضر مدنی نے اپنے مضمون میں پیش کیے جس کا عنوان تھا "پاکستانی مصاحف کی حالت زار اور ایک معیاری مصحف کی ضرورت"۔ اس میں مضمون نگار نے یہ بیان کرنے کی کوشش کی کہ پاک وہند میں رائج و متداول مصاحف رسم عثمانی کے مطابق نہیں، لہٰذا اس رسم کے متبادل یا متوازی ابن نجاحؒ کے منہج کے مطابق عربوں والا رسم عثمانی متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔

اس مؤقف کے منظر عام پر آتے ہی مختلف اہل علم نے اس پر اپنے زبانی و تحریری تحفظات کا اظہار کیا۔ اور اس بارے میں فتاویٰ جات اور مقالات لکھے جس میں سب مراکز علمیہ اس بات پر متفق ہوئے کہ:

1- پاکستانی مصاحف امام دانیؒ کے مسلمہ علمی نہج کی روشنی میں رسم عثمانی کے مطابق ہیں۔

2- اکستان میں اس متداول رسم عثمانی کے متوازی عربوں والا رسم ابن نجاح چھاپنے سے عوام میں اختلاف و انتشار کا اندیشہ ہے۔

اس سلسلے میں وفاق المدارس العربیہ کے نمائندگان کا موقف بڑا جامع تھا کہ رسم الخط کی وہ اغلاط جو مسلمہ اصولوں کے خلاف ہیں، انکا درست کیا جانا ضروری ہے۔ نیز سطر بندی، عمدہ مثالی طباعت، حرکات وغیرہ کی غلطی سے حفاظت کے لیے مضبوط پروف ریڈنگ اور عمدہ کاغذ مستحسن اقدام ہیں۔ البتہ ان مصاحف کے رسم الخط اور رموز اوقاف کو نہ چھیڑا جائے۔ کیونکہ اس سے انتشار کا اندیشہ ہے۔

پاک وہند کے مطبوعہ مصاحف میں رسم عثمانی کا جو منہج رائج ہے اس پر تمام مکاتب فکر علماء کا اعتماد ہے۔ جن میں مفتی اعظم کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سید ابوالحسن ندویؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ، اور استاذ القراء قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کے نام سر فہرست ہیں۔

حکومت پاکستان نے اسی منہج رسم پر مشتمل تاج کمپنی کا ایک نسخہ حکومت سعودیہ کو بھیجا جسے مجمع الملک فہد مدینہ منورہ کی علمی کمیٹی نے چیک کیا اور 1989 چھاپا اور تاحال اس کی طباعت و اشاعت جاری ہے۔[17]

خلاصہ بحث

علوم القرآن کی روشنی میں کلام اللہ کا سمجھنا ہے۔ جس طرح قرآن کریم کے الفاظ و معنی کی حفاظت کا انتظام کیا گیا اسی طرح قرآن کے الفاظ کے نقوش کی بھی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ قرآن "قراء" سے ہے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں اور اس کے لیے کتاب کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنی لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ الفاظ پڑھے جاتے ہیں اور نقوش لکھے جاتے ہیں، قرآنی الفاظ کا علم "علم قراءت" کہلاتا ہے اور نقوش قرآنی کا علم "علم الرسم" کہلاتا ہے۔ قرآن کی تدوین کا کام نبی ﷺ کے دور سے ہی جاری ہوا لیکن پورے قرآن کو ایک جگہ ایک کتاب کی شکل دور صدیقی میں ملی، پھر دور عثمانی میں امت کو قرآن میں اختلاف کرنے سے بچانے کے لیے ایک رسم الخط متعین کر لیا گیا جسے رسم عثمانی کہا جانے لگا۔ اس مضمون میں عربی رسم الخط کی اقسام، رسم عثمانی کی خصوصیات، اس پر مستشرقین اور منکرین حدیث کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات اور علما کر طرف سے دیئے گئے جوابات شامل کیے گے ہیں۔ اس مضمون میں اس موضوع پر حاصل شدہ مواد کو مختصر اور آسان انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس موضوع کے حوالے سے قارین کو خاطر خواہ معلومات میسر آئے جو قرآن فہمی کے کام میں ان کے لیے کام آسکے۔ اللہ اپنے دین کی خدمات میں اس ادنیٰ کوشش کو قبول فرمائے امین۔

سفارشات

1- پاکستان میں قرآن کریم کی پرنٹنگ کا کام کرنے کیا جازت صرف رجسٹرڈ ناشرین کو ہونی چاہیے جو قرآن بورڈ کے اصولوں کے تحت کام کریں اور یہ کتاب ہر طرح کی تحریف سے پاک ہو۔

2- 1973 کے آئین میں اسلامی اسکالرز پر مشتمل ایک ایسی کمیٹی بنانے کی تجویز دی گئی تھی جو قرآن پاک کا ایک نسخہ منتخب کرے گی اور اسی کے مطابق تمام ادارے قرآن پاک شائع کریں گے، اس کمیٹی کو فعال کیا جائے۔

گلی گلی قرآن مجید کے نئے نسخے دینے اور اس کے بدلے پرانے نسخے جمع کرنے میں کچھ لوگ سرگرم نظر آتے ہیں، حکومت کے متعلقہ ادارے ان لوگوں کی چھان بین کرے کہ کہنی اس کے پیچھے تحریف قرآن کا کوئی مذموم ارادہ تو کارفرما نہیں۔

حوالہ جات

1 - علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، الاتقان فی علوم القرآن (لاہور، اردو بازار: مکتبۃ العلم، اگست ۲۰۰۸)، ص ۵۵۔

2 - شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر، ترجمہ: حافظ ابو محمد حنفی، (لاہور: مکتبہ خلیل، مئی ۲۰۱۶ء)، ص ۵۲

3 - ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ، حدیث نمبر ۸۱۷۔

4 - محمد علی الصابونی , التبیان فی علوم القرآن، ترجمہ: اختر فتح پوری، لاہور: مکتبہ رحمانیہ

5 - ابو حسن احمد ابن فارس بن ذکریاؒ(395ھ)، معجم مقاییس اللغۃ،، بغداد: مکتبۃ الاعلام الاسلامی، 1404ھ

6 - أبو طاهر عبد القيوم عبد الغفور السندي، صفحات في علوم القراءات، :المكتبة الأمدادية، 1415 ,ھ،ص:103

7 - امام جلال الدین السیوطی، جمع الجوامع (جامع الکبیر)، (مصر، الازھر الشریف: مجمع البحوث الاسلامیہ، ۲۰۱۰)، ج ۲، ص ۲۴۳

8 - منطوقات : نطق سے ہے، یعنی زبان سے ادا کیے ہوئے حروف

9 - توقیفی: یعنی 'من جانب اللہ'- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ترتیب جبریل علیہ السلام نے اور جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے مطابق قرآنِ کریم کی کتابت کراتے اور تلاوت فرماتے تھے اور اسی ترتیب کے مطابق جبریل علیہ السلام سے

ہر سال رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کا دور فرماتے تھے۔

10 - علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ، الاتقان فی علوم القران لاہور،: مکتبۃ العلم، 2008

11 - القرآن:106:2

12 - قرآن:15:10

13 القرآن:69:47-44

14 - علامہ خلف الحسینیؒ، دلیل الحیران:۴۳، و تاریخ المصحف:۶۰

15 - القرآن:82:4

16 - امام ابو عبید قاسم بن سلام کبار تابعی، فضائل القرآن:۳۳۹

17 - سید خلیق ساجد بخاری، اقتباسات فتاویٰ رسم عثمانی، لاہور: محمد عبد الرحیم،، دسمبر 2015

مصادر و مراجع

1- قرآن کریم

2- احمد ابن فارس بن زکریا (م ۳۹۵ھ)، معجم مقالیس اللغۃ (بغداد: کتبۃ الاعلام الاسلامی، ۱۴۰۴ء)

3- حافظ محمد سمیع اللہ، رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت (لاہور، جامعہ پنجاب: شیخ زاید اسلامک سنٹر، لاہور، ۲۰۰۷)

4- زرکشی، ابو عبد اللہ، محمد بن بہادر البرہان فی علوم القرآن (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۶)۔

5- سید خلیق ساجد بخاری، اقتباسات فتاوی رسم عثمانی، (لاہور: محمد عبد الرحیم، ۲۰۱۵ء)

6- شاہ ولی اللہ، شارح: مولانا خورشید انور قاسمی فیض آبادی، الفوز الکبیر (کراچی: قدیمی کتب خانہ)۔

7- شمس الحق افغانی، علوم القرآن (لاہور: المکتبۃ الاشرفیہ لاہور، ۲۰۱۲)

8- صبا مختار، تفسیر صراط الجنان فی تفسیر القرآن میں مباحث علوم القرآن کا تجزیاتی مطالعہ،(فیصل آباد: رفاہ یونیورسٹی)

9- صبحی صالح، لبنان، علوم القرآن،(فیصل آباد: ملک سنز،۲۰۱۹)۔

10- عبد الراؤف ظفر، علوم القرآن فنی فکری اور تاریخی مطالعہ،(لاہور: نشریات،۲۰۱۹ء)

11- عبد القیوم عبد الغفور السندي، صفحات في علوم القراءت، فیصل آباد: المکتبۃ الامدادیہ،۱۴۱۵ھ)۔

12- عبد الرحمن مبارک پوری، تحفتہ الاحوذی شرح جامع ترندی،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، بیروت،۱۹۷۱ء)۔

13- عبد الصمد صارم، تاریخ القرآن(دیوبند: کتب خانہ نعیمیہ، کسان)۔

14- علامہ جلال الدین سیوطی شافعی، الاتقان فی علوم القرآن،(لاہور: متبۃ العلم،۲۰۰۸)۔

15- قاری ابو الحسن اعظمی، دار العلوم دیوبند، قرآنی املا اور رسم الخط (دیوبند: مکتبہ صورت القرآن،۱۴۱۳ھ)۔

16- محمد انیس الرحمن، تفسیر ضیاء القرآن میں مباحث علوم القرآن، تحقیقی مقالہ ایم فل، الحمد یونیورسٹی، اسلام آباد۔

17- محمد محمد بن مکرم بن علی، ابو الفضل، جمال الدین ابن منظور الافریقی، لسان العرب،(بیروت: دار صادر، ۱۴۱۴ھ۵۰)۔

18- بن اسماعیل بخاری، ترجمہ: سید محمد اقبال شاہ گیلانی، صحیح بخاری،(لاہور: ضیا القرآن پبلی کیشنز)

19- محمد جمیل شیدا رحمانی، تفہیم مباحث فی علوم القرآن،(لاہور: آزاد بک ڈپو،۲۰۱۶)

20- محمد رفیق چودھری، آسان علوم القرآن،(لاہور: مکتبہ قرآنیات،۲۰۰۷ء)

21- محمد شمس الحق العظیم آبادی، عون المعبود شرح ابی داود،(سعودی عرب، الریاض: مکتب المعارف)

22- محمد عاصم، پی ایچ ڈی، مباحث علوم القرآن في أبرز التفاسير الشتوية،(اسلام آباد، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی)۔

23- محمد عبد العظیم زرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن،(لاہور: مکتبہ رحمانیہ)۔

24- محمد ولی صابونی، ترجمہ: اختر فتح پوری، التبیان فی علوم القرآن،(لاہور: مکتبہ رحمانیہ)۔

25- مفتی تقی عثمانی علوم القرآن،(کراچی: مکتبہ دار العلوم،۲۰۱۲ء)۔